حسن اخلاق اور حسن ذوق کا ایک خوب صورت مظاہرہ

مذہب اور سیاست کی ایک قابل تقلید مثال

آج دنیا میں شاید ہی کوئی انسانی سوسائٹی ایسی ہو' جس میں تشدد اور انتہا پسندی کے رجحانات نہ پائے جاتے ہوں' مشرقی سوسائٹی میں ان رجحانات کا پایا جانا چنداں موجب حیرت نہیں' کیوں کہ مشرق ادھر تین سو سال سے مغرب کی "سیاسی انا" کا شکار رہا اور اس نے مشرق کی تہذیب و ثقافت اور سیاست و معیشت کو جس بے دردی سے تباہ کیا' اس کے رد عمل میں انسانی جذبات کا بھڑک اٹھنا' اور تشدد کی راہ اختیار کرنا عین ممکن ہے۔ ایسے منفی رویے کے لیے وجہ جواز یا عذر لنگ بھی تلاش کیا جاسکتا ہے' یہاں یہ بات بھی پیش نظر رہے کہ حصول آزادی کے لیے سامراج کے خلاف مسلح یا پرامن جدوجہد دوسرا مسئلہ ہے' جس کے نہ صرف جواز بلکہ وجوب پر اہل جنون نے اپنے خون سے دستخط ثبت کیے ہیں' لیکن یہ دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ تشدد اور انتہا پسندی کی یہ لہر مغربی سوسائٹی میں بھی اٹھ رہی ہے' جسے اپنی زیرکی پر بڑا ناز تھا اور جس نے مشرق میں مظلوموں کی آہ و فغاں پر پابندی لگا رکھی ہے۔ ابھی کل کی بات ہے کہ جب بیت القدس میں عربوں کی زمینوں پر اسرائیل کے غاصبانہ قبضہ کے خلاف آواز اٹھائی گئی' تو سلامتی کونسل میں اس آواز کو ایک بڑی عالمی طاقت نے ویٹو کر دیا اور ساری دنیا نے یہ دیکھ لیا کہ آزادی' اخلاق اور تہذیب کی نام لیوا

طاقت کہاں کھڑی ہے؟

افسوس! سقراط نے کوئی جانشین نہیں چھوڑا ورنہ وہ آزادی اور جمہوریت کا نام لینے والوں سے پوچھتا کہ وہ جمہوریت اور آزادی کے الفاظ بول کر کیا مراد لیتے ہیں؟ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ آج دنیا میں اخلاق سے عاری سیاست' تشدد اور قتل و غارت پر منتج ہوئی ہے جو زبان سے تو سچائی کا نام لیتی ہے' لیکن سچائی کا سامنا کرنے سے آنکھیں چراتی ہے۔

ستم پہ ستم یہ ہے کہ مغرب میں جہاں کہیں تشدد اور دہشت ناکی کے افسوس ناک واقعات جنم لیتے ہیں' وہاں کے ذرائع ابلاغ حق و انصاف کی بجائے جھوٹ کا سہارا لیتے ہیں اور "مسلم بنیاد پرستی" کو اس تشدد کا سبب قرار دیتے ہیں' بے گناہ اور معصوم انسانی جانوں کے ضیاع پر ذرائع ابلاغ کا یہ کردار واقعی قابل افسوس ہے۔

مسلم دنیا اور مغرب میں بسنے والی مسلم اقلیت کے بارے میں مغربی سیاست اور ذرائع ابلاغ کا عمومی طور پر جو بھی رویہ ہو' لیکن یہ دیکھ کر خوشی ہوتی ہے کہ مغربی سوسائٹی میں ایسے افراد اور جماعتیں موجود ہیں' جن کی بلند نظری اور عملی پاکیزگی کی وجہ سے جمالیاتی قدروں اور روحانی روایات کی آب و تاب اب تک باقی ہے۔ ہمیں یہ کہنے میں کوئی باک نہیں ہے کہ ہم ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جنہیں مغربی سوسائٹی میں برائی کے سوا کچھ نظر نہیں آتا۔ ہمیں اس بات کا اعتراف ہے کہ مغربی سوسائٹی کے دانشوروں' مفکروں اور مدبروں نے علم و ادب' فلسفہ و اخلاق اور سیاست و معیشت کے مسائل کو حل کرنے کے لیے جس بصیرت' پختہ فکر' محنت اور دیانت سے کام کیا ہے اور اس راہ میں آنے والی مشکلات پر جس صبر و تحمل' استقامت اور وقار و تمکنت سے مقابلہ کیا ہے' وہ انسانی تاریخ کا ایک روشن باب ہے' جس پر انسان فخر سے اپنا سر اونچا کر سکتا ہے۔

فکر و نظر اور اظہار رائے کی مکمل آزادی اور جمالیاتی قدروں سے انسان کی گہری وابستگی کا اظہار بعض اوقات ایسے انداز میں ہوتا ہے کہ ان کے حسن و جمال اور لطافت و نزاکت کو انسانی آنکھیں جھک جھک کر سجدے کرتی ہیں۔ مثلاً گزشتہ ۱۹ اپریل کو امریکہ کے ایک شہر اوکلاہاما (Oklahama) میں ایک بم کا دھماکہ ہوا اور انسانی جان و مال کا ضیاع ہوا۔ ذرائع ابلاغ نے اس حادثے میں امریکہ میں بسنے والی مسلم جماعت کو ملوث کرنے کی بے حد کوشش کی، جس کی وجہ سے اوکلا ہاما میں بسنے والی مسلم اقلیت سہم سہم گئی، حتی کہ ایک مسلم حاملہ خاتون کا حمل بھی ساقط ہو گیا۔

اس المیہ پر جہاں ذرائع ابلاغ اخلاقی طور پر اپنے فرائض منصبی کو ادا کرنے میں ناکام رہے، وہاں مذہب کے بعض سچے پیروکار اپنی اخلاقی ذمہ داریوں کو پورا کرنے میں پوری طرح کامیاب رہے، چنانچہ اوکلاہاما شہر میں پچاس مسیحیوں کی ایک جماعت نے جون بن فیل (John Benefiel) پادری کی قیادت میں اتوار کے دن ایک مسجد میں مسلمانوں سے ملاقات کی اور پڑوسیوں کا حق ادا کرتے ہوئے انہیں ایک خوب صورت پلیٹ پیش کی اور کہا:۔

"اوکلا ہاما کے تمام کلیسا، مشرق وسطی اور اسلامی جماعت کی طرف اپنی دوستی کا ہاتھ بڑھاتے ہیں..... ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ اوکلا ہاما کے تمام شہری اور پڑوسی مل کر اوکلاہاما میں (ہلاک ہونے والے) خاندانوں اور دوستوں کا ماتم کرتے ہیں۔" پادری موصوف نے مسلمانوں کو چند تصاویر بھی پیش کیں، جنہیں چرچ کے بچوں نے بنایا تھا اور کہا:

"ہم چاہتے ہیں کہ آپ کو اس بات کا علم ہونا چاہیے، کہ ہم یہاں (آپ کے ساتھ) ہیں..... ہم آپ کے دوست ہیں۔" ایک مسیحی جوڑے

نے اپنی ہمدردی کا اظہار کرتے ہوئے ایک مسلم جوڑے کو پھلوں کی ٹوکری پیش کی' کیوں کہ ۱۹ اپریل کے دن بم کے الم ناک سانحے پر چند لوگوں نے ایک مسلم خاتون کو دھمکیاں دی تھیں' جس کے نتیجے میں اس کا حمل گر گیا تھا۔

واقعہ یہ ہے کہ جب کبھی انسان نے اخلاص سے ذات مطلق اور حسن مطلق سے اپنا رشتہ جوڑا ہے' مذہب کو سیاست کا آلہ کار بنانے کی بجائے اس کی رہنمائی میں وہ اپنی تلاش میں نکلا ہے' اس نے معجزوں کی تخلیق کی ہے اور دکھی انسانیت کو دکھوں سے نجات دلا کر ایک مثال قائم کی ہے۔ قرآن مجید نے سچ فرمایا ہے: کہ جن لوگوں نے (صحیح معنی میں حضرت) مسیح کی پیروی کی' ہم نے (خدا) ان کے دلوں کو شفقت و رحمت (کے جذبات) سے (معمور) کر دیا (سورہ الحدید' آیت نمبر ۲۷' تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو "ڈان" ۳ مئی ۱۹۹۵ء)

اسی قسم کا ایک دوسرا واقعہ سیاست کی دنیا میں رونما ہوا ہے' آج کل مغرب میں' خاص طور پر فرانس اور جرمنی میں دائیں بازو کی انتہا پسند سیاسی جماعتوں نے نو آباد کاروں کے خلاف مہم شروع کر رکھی ہے' اسی سلسلے میں یکم مئی کو اسی جماعت کے پندرہ ہزار حمایتوں نے سیاہ فام نو آباد کاروں کے خلاف پیرس میں مظاہرہ کیا۔ اس مظاہرہ میں تین فاشسٹ آدمیوں نے ایک ۲۹ سالہ مراکشی مسلمان ابراہیم کا پیچھا کیا۔ ان سے بچنے کے لیے ابراہیم نے دریا میں چھلانگ لگا دی اور ڈوب گیا اور دائیں بازو کے یہ تینوں مجرم بھاگ گئے اور بھیڑ میں گم ہو گئے۔

اس خون چکاں واقعہ پر پورے فرانس میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی' اور فرانس کے صدر متراں نے اس پل پر جا کر دریا میں اس جگہ پر پھول نچھاور کیے' جہاں مرحوم ابراہیم نے جان دی تھی۔ صدر متراں نے اپنے

اس انوکھے قدم سے دنیا کو یہ بتا دیا کہ وہ فاشت سیاست کی مذمت کرتے ہیں اور انسانیت کے احترام میں مرحوم ابراہیم کی روح پر پھول نچھاور کرتے ہیں۔

واقعہ یہ ہے کہ مغرب میں میکیاولی سیاست کے باوجود مغربی سوسائٹی کی یہی ادائیں ہیں، جن کی وجہ سے وہ آج بزم کائنات کی رونق بنی ہوئی ہے۔ ہمیں دکھ سے کہنا پڑتا ہے کہ آج ہماری سوسائٹی پاکستان میں اخلاقی بلندی کے وہ خوب صورت نمونے پیش نہیں کرسکی، جس کے تذکرے ہم اپنے تاریخ میں پڑھتے ہیں۔ آج ہماری سوسائٹی میں لسانی اور مذہبی تناؤ پایا جاتا ہے، جو کبھی کبھی تشدد کی خوف ناک صورت اختیار کرلیتا ہے۔ اس پر ہمارے اہل نظر کو پوری سنجیدگی سے سوچنا چاہیے کہ آخر اس پر کیوں کر قابو پایا جاسکتا ہے، نیز یہ کہ وطن عزیز میں بسنے والی اقلیتوں (مثلاً مسیحی، ہندو، پارسی وغیرہ) پر جب کبھی بعض انفرادی واقعات کی وجہ سے دباؤ بڑھتا ہے، کیا اکثریت جماعت کے اہل علم اور مذہبی رہنما پہل کرکے اپنے مسیحی بھائیوں سے مل کر ان کے خوف و ہراس کو دور کرنے کی کوشش کرتے ہیں؟ مسلمانوں نے اپنے دور اول میں روح اسلام سے سرشار ہو کر اپنے غیر مسلم شہریوں کی جان و مال اور عزت و آبرو کا جس طرح سے تحفظ کیا تھا، اس کا اعتراف کرتے ہوئے تاریخ نے کبھی بخل سے کام نہیں لیا۔ قبرص کے ایک مسیحی بادشاہ کو خط لکھتے ہوئے ابن تیمیہ نے لکھا تھا کہ ہم مسلم قوم پوری بنی نوع انسان کے لیے بھلائی کے خواہاں ہیں۔ ابن تیمیہ نے مسلمان ملکوں پر تاتاری حملہ آور قازان خان سے مل کر مسیحی قیدیوں کو بھی یہ کہہ کر رہائی دلائی تھی کہ وہ ہمارے شہری ہیں۔ پاکستانی سوسائٹی میں اقبال مسیح کا قتل، توہین رسالت کے الزام میں ماخوذ دو مسیحی نوجوانوں کے خلاف عدالت کے احاطہ میں نعرے بازی۔ ایسے

واقعات ہیں' جن پر ہمارے مذہبی رہنماؤں کو مسیحی رہنماؤں سے مل کر بات چیت کرنی چاہیے' کیوں کہ مسلمان اور مسیحی ایک دوسرے کے پڑوسی ہیں۔ ان دونوں کی مذہبی روایات کا تقاضہ ہے کہ وہ ایک دوسرے کے دکھ' سکھ اور شادی' غمی میں شریک ہو کر ہی اپنی قومی' ملی اور مذہبی ذمہ داریوں کو پورا کرسکتے ہیں اور ان سازشوں کو ناکام بناسکتے ہیں' جو تخریبی عناصر پاکستان کو بدنام کرنے کے لیے کرتے رہتے ہیں۔ فھل من مدکر؟

رشید احمد (جالندھری)